١٧. محمدبدرالدین ، ابو فراس النعمانی" التعلیقات السنیة علی الفوائد البهیة(مطبعة السعادة" مصر،١٣٢٤ھ)ص:٣١تا٣٣

١٨. الدهلوی، شاه عبدالعزیز:" بستان المحدثین" (مطبعة مجتبائی ، دہلوی،١٣١٦ھ،ص:٨٧تا٨٨

١٩. العسقلانی، ابن حجر، لسان المیزان" ج:١،ص:٢٨٠

٢٠. ایضاً،ص:٢٧٦

٢١. یوسف بن تغری بردی:" النجوم الزاهراة فی ملوک مصروالقاهرة،ج:٣،ص:٢٤٠

٢٢. کاندهلوی، محمد یوسف" مقدمه امانی الاحبار فی شرح معانی الاثار"ج:١،ص:٥٩

اللکنوی، محمد عبدالحی، " الفوائد البهیة"(کارخانه تجارت کتب، کراچی١٣٩٣ھ ص:٣٢

٢٣. الکوثری" الحاوی" ص:٣١

٢٤. کاندهلوی، محمد یوسف" مقدمه امانی الاحبار فی شرح معانی الاثار" ج:١،ص:٦٠

الافغانی"ابوالوفاء "مقدمه مختصرالطحاوی" ص:١٢

الکوثری، محمد زاہد" الحاوی"ص:٣٤

٢٥. کاندهلوی، محمد یوسف" مقدمه امانی الاحبار فی شرح معانی الاثار ج:١،ص:٦٠

٢٦. الکوثری، " الحاوی"ص:٣٤

٢٧. چلپی ، حاجی خلیفه:" کشف الظنون"(مکتبة المثنی، بغداد، بیروت ،١٣٨١ھ)ج:٢،ص:١٦٢٧تا١٦٢٨

٢٨. طحاوی ابوجعفر احمد بن محمد" مختصر الطحاوی" ص:١٥

٢٩. چلپی ، حاجی خلیفه " کشف الظنون" ج:١،ص:٣٢

٣٠. الذهبی " تذکرة الحفاظ" ج:٣،ص:٨١٠

۳۱. چلپی ، حاجی خلیفه " کشف الظنون" ج:۱ ،ص:۳۲

۳۲. اسماعیل پاشا" هدیه العارفین"(مکتبه المثنی، بیروت ،۱۳۷۱ھ)ج:۱ ،ص:۵۸

۳۳. ابن عبدالبر،" جامع بیان العلم" ج:۲ ،ص: ۸۰

امام طحاوی رحمه الله " اختلاف الفقهاء " کوڈاکٹرمحمدصغیر حسن معصومی نے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے تحقیق وتصحیح کے بعد شائع کیا ہے. اس کتاب کے مخطوطه کے اولین صفحه پرڈاکٹرموصوف نے قاموس کے مشہور شارح اور محدث علامه سیدمرتضی زبیدی کی یه تحریرنقل کی ہے.، "صح ان هذاالکتاب تالیف الامام ابی جعفراحمد بن محمدبن محمدالطحاوی" ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے جزء اول کوشائع کیاہے.اور مصنف کے اصل متن کوواضح الفاظ میں تحریرکیاہے.اور اسے اصل کتاب کی نص صحیح قراردیاہے.ڈاکٹرصاحب کاخیال ہے که اس کتاب کی عبارتوں سے ظاہرہوتاہے که یه مختصرنہیں‌بلکه اصل کتاب ہے.

۳۴. ابن الندیم:" الفهرست" ص:۳۰٦

۳۵. چلپی ، حاجی خلیفه " کشف الظنون" ج:۱ ،ص:۳۲

۳٦. سبکی، تاج الدین ، ابونصر، عبدالوهاب:"معید النعم ومبیدالنقم"ص:۲۲

۳۷. سرکیس،یوسف الیان:"معجم المطبوعات العربیة"(مکتبة المثنی،بغداد، ۱۳٦۸ھ)ص:۱۲۳۳

۳۸. چلپی ، حاجی خلیفه " کشف الظنون" ج:۱ ،ص:۱۱۴۳
القرشی،عبدالقادر: الجواہرالمضیة"ج:۱ ،ص:۱۲۴
روحی اوزجان:"مقدمةالشروط الصغیر"(مطبع العانی،بغداد (س.ن)ص:۲۲
ابن قطلوبغا، زین الدین قاسم " تاریخ التراجم"(مکتبة المثنی، بغداد،۱۳۸۲ھ)ص:۹

قربانی کی معاشی اہمیت

تحریر: محمد عطاء اللہ ملک، لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج شور کوٹ سٹی

قربانی کی معاشی اہمیت اجاگر کرنے کیلئے ضروری ہے کہ لفظ قربانی کے معانی و مفہوم کو واضح کیا جائے تاکہ نفس مضمون سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

قربانی کا معنی و مفہوم :۔

اردو زبان میں استعمال ہونے والا لفظ "قربانی" عربی زبان کے لفظ قربان سے ہے۔ قربان کا مادہ قرب ہے جسکا معنی نزدیک ہونا ہے۔ عربی زبان میں "قربان" اس چیز کو کہتے ہیں جسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے چنانچہ ابوالسعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں

القربان اسم لما یتقرب به الی اللہ تعالیٰ من نسک او صدقة (۱)

قربان ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جسکے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے خواہ ذبیحہ ہو یا صدقہ و خیرات ۔ احکام القرآن میں قربان کا مفہوم یوں لکھا ہے۔

والقربان ما یقصد به القرب من رحمته اللہ تعالیٰ من اعمال البر (۲)

اور قربان ہر اس نیک کام کو کہا جاتا ہے جس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قرب حاصل کرنا ہو۔

امام راغب اصفہانی نے المفردات میں قربانی یا قربان کا عرف عام میں مفہوم اسطرح بیان کیا ہے۔

وصار فی المتعارف اسما للنسکیته التی هی الذبیحة (۳)

یعنی عرف عام میں یہ ذبیحہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ قربان تین مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۳ میں قربانیوں کی قبولیت کی صورت بیان ہوئی ہے۔ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۲۷ میں ہابیل اور قابیل کی قربانیوں کا ذکر ہے اور سورۃ احقاف کی آیت نمبر ۲۸ جسمیں لفظ قربان اپنے لغوی معانی قرب حاصل کرنا کیلئے استعمال ہوا ہے البتہ قرآن حکیم میں لفظ النسک اور النحر خالصتا قربانی کے معروف و اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں جیسے "فصل لربک وانحر"

"پس نماز پڑھ اپنے رب کیلئے اور قربانی کر"

تاہم احادیث میں قربانی کیلئے دو دیگر الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں
(۱)الاضحية ما يذبح يوم النحر على وجه القربة(۵)
یعنی وہ جانور جو یوم نحر (دسویں ذوالحجہ) کو عبادت کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے
(۲)الضحيته الشاة التى تذبح ضحوه (۶)
وہ بکری جو ضحیٰ (چاشت) کے وقت ذبح کی جاتی ہے

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض نام نہاد مسلمان حلقے مصر ہیں کہ قربانی کا صرف حج کے دنوں میں منیٰ میں ذبح ہونے والے جانوروں سے تعلق ہے اسکے علاوہ دنیا بھر میں عیدالضحیٰ کے موقع پر جو جانور ذبح کیئے جاتے ہیں وہ قربانی کے شرعی حکم میں نہیں ہیں بلکہ محض گوشت کا ضیاع ہے یہ باتیں دین سے انحراف کی باتیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ جمہور اہل علم چودہ سو سال سے عیدالضحیٰ کے موقع پر قربان کیئے جانے والے جانوروں کو شرعی قربانی ہی تصور کرتے ہیں اور قربانی ہی کی نیت سے دنیا میں لاکھوں کروڑوں مسلمان قربانی دیتے ہیں لہذا قربانی کے شرعی حکم سے مراد محض حج اور منیٰ والی قربانی ہی نہیں ہے بلکہ اس میں عیدالضحیٰ کے مواقع پر دی جانے والی قربانیاں بھی شامل ہیں اور اس بات میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ فقہاء کرام کے ہاں قربانی کے واجب یا سنت ہونے میں ضرور اختلاف ہے چنانچہ احناف کے نزدیک قربانی واجب ہے جبکہ حنابلہ کے نزدیک سنت موکدہ ہے مزید امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بھی سنت موکدہ ہی ہے چنانچہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں۔

آکثر اہل العلم يرون الا ضحيته سنته موكده غير واجبته وقال ربيعه و مالک والثورى والا وزاعى والليث و ابو حنيفة هى واجبته (۷)
(اکثر اہل علم کے نزدیک قربانی سنت موکدہ ہے واجب نہیں ہے امام ربیعہؒ مالکؒ ثوری اوزاعیؒ لیثؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے)

اگرچہ قربانی کی مشروعیت فصل لربک وانحر کی نص قرآنی سے ثابت ہے اور مورخین مثلاً مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرت المصطفےٰ میں دوسری ہجری نبوی کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: اور اسی سال بقر عید کی نماز اور قربانی کا حکم ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی فصل لربک وانحر لیکن اگر کوئی عالم (فرد) قرآن میں قربانی کے حکم کا قائل نہ بھی ہو تو پوری امت کے اجماع پر اسکی کوئی حیثیت نہیں پھر اُسے قرآن کا فرمان مدنظر رکھنا چاہیے

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدىٰ ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما

تولیٰ ونصله جهنم وسآئت مصیراً (نسا۱۱۵)
(اور جو کوئی مخالفت کرے رسول ﷺ کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستے کے خلاف ، تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی سمت جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے)
اس وضاحت کے بعد قربانی کے پس منظر کا مختصر جائزہ بھی ضروری ہے۔

قربانی کا اجمالی پس منظر

تاریخی اعتبار سے سب سے پہلی قربانی حضرت آدمؑ کے بیٹوں قابیل اور ہابیل نے دی تھی جسکا تذکرہ قرآن حکیم نے یوں کیا ہے
واتل علیهم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احد هما ولم یتقبل من الاخر (مائده۲۷)
(اور سنا ان کو حال آدمؑ کے دو بیٹوں کا جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی نہ کی گئی)۔۔۔۔اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ابن کثیر نے نقل کی ہے کہ ہابیل (جو متقی بیٹا تھا) نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار سے کچھ غلہ صدقہ کر کے بطور قربانی پیش کیا پھر آسمان سے آگ اُتری اور ہابیل کے مینڈھے کو کھا لیا اور قربانی جو قابیل کی تھی اُسے چھوڑ دیا۔
سابقہ انبیاء کے دور میں جس قربانی کو اللہ تعالیٰ پسند فرما کر قبول کر لیتے تو اسکی پہچان یہ ہوتی کہ آسمان سے ایک آگ اترتی اور اس کو جلا دیتی چنانچہ یہود کے ایک مطالبے کا ذکر قرآن میں ان الفاظ میں آیا ہے
"الذین قالو ان الله عهد الینا الا نومن لرسول حتی یا تینا بقربان تا کله النار"
(وہ لوگ یہود کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو ہدایت دی ہے کہ ہم کسی کو رسول تسلیم نہ کریں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی نہ کرے جس کو (غیب سے) آگ کھا لے)
کفار کے اس عذر لنگ کا جواب یہ دیا گیا کہ جن انبیاء کے دور میں قربانیوں کو آگ نے کھایا تھا تم نے انکی بھی تکذیب کی تھی بلکہ انکو قتل کر دیا تھا۔ ان قربانیوں کا حکم حضرت آدمؑ سے لیکر خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک ہر امت کیلئے یکساں رہا۔ البتہ حج کی فرضیت عامہ قرآن کے اعلان کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے ہوئی لہذا حضرت ابراہیمؑ سے پہلی امتوں میں قربانی کا حکم حج کے ضمن میں نہ تھا۔ اس ضمن میں سورۃ حج کی آیت نمبر ۲۷ کی تفسیر دیکھی جا سکتی ہے۔ تاہم ان قربانیوں کے متعلق

جب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ ما ھذہ ا لا ضاحی یہ قربانیاں کیا ہیں؟

تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا ھذہ سنتہ ابیکم ابراہیم (یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہیں۔

جس کا اجمالی تذکرہ اس بارے یوں ہے کہ :

حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی عمر مبارک ابھی نوسال (تقریباً) کی تھی تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا جسکا تذکرہ قرآن نے اسطرح کیا ہے :

فلما بلغ معه السعی قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری

جب بچہ (حضرت اسماعیلؑ) اس قابل ہوگیا کہ باپ کیا ساتھ چل کر ان کے کاموں میں مدد دے تو حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا کہ میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں بتاؤ بھلا اس میں تمہاری رائے کیا ہے؟ یہ گفتگو جنگل وغیرہ میں ہوئی ہوگی جہاں حضرت ابراہیمؑ اپنے لاڈلے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کیلئے لے گئے تھے ایسے موقع پر حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا

"یا ابت افعل ماتو مرستجدنی انشاء الله من الصابرین"

(ابا جان آپ وہ کام کر گزریں جسکا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ مجھے انشاء اللہ صابرین میں سے پائیں گے)

اس کے بعد کا منظر قرآن نے یوں پیش کیا ہے۔

"فلما اسلما و تله للجبین"

جب وہ دونوں (باپ بیٹا) قربانی کے لئے تیار ہو گئے تو باپ نے بیٹے کو چہرے کے بل قربانی کیلئے لٹا دیا۔

عجب منظر ہوگا بوڑھا باپ کمسن بیٹا۔ بیٹا قربان ہونے کیلئے تیار 'باپ قربان کرنے پر کمر بستہ' برضا ورغبت بغیر جبر و اکراہ 'گردن پر چھری چل رہی ہے مگر گردن کٹی نہیں باپ زور لگاتا ہے۔ ملائکہ انگشت بر نداں ہیں حوروں میں شور برپا ہے مگر باپ کے ہاتھ لرزاں نہ بیٹے کی جبیں پر کوئی شکن

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

اللہ اللہ ابراہیمؑ نے حکم الٰہی بجالانے میں انتہا کر دی تو حضرت اسماعیلؑ سعادتمندی میں سبقت لے گئے۔ بوڑھے باپ نے بڑھاپے کے سہارے 'متاع عزیز کو داؤ پر لگا دیا اور بیٹا بھی صبر کا پہاڑ بن گیا مگر پھر بھی حق عبدیت اپنی ادائیگی میں تشنہ لب ہے۔

جاں دی دی ہوئی اسی کی تھی۔۔۔۔۔۔۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ابراہیمؑ مضطرب بے چین تھے انکے اضطراب کی لہروں کی گہرائیاں انکا رب دیکھ رہا تھا اس لئے

ارشاد فرمایا :

"یا ابراہیمؑ قد صدقت الرویا انا کذالک نجزالمحسنین ان ھذا لھو البلاء المبین ۔ الصفت "(۱۰۴۔۱۰۶)

اے ابراہیمؑ تونے خواب سچا کردیا(بس اب رہنے دو) ہم نیکو کاروں کو ایسی جزا دیتے ہیں اور یہ تو ایک کھلی آزمائش تھی(جسمیں تم پورے اترے)

پھر جنت سے ایک دنبہ ابراہیمؑ کے پاس لا کھڑا کیا گیا اور اسماعیل کے بجائے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ ہے وہ قربانی جسکی یاد تازہ کرنے کیلئے ملت بیضا کو پابند کیا گیا۔ اس یاد میں قربان ہونے والے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک ایک نیکی نامہ اعمال میں درج کی جاتی ہے گویا اسکے ثواب کا حساب ہے نہ کوئی حد۔ اس پر امت مسلمہ پر اللہ کا احسان یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو حلال قرار دے دیا گیا اور یوں قربانیاں سامان معیشت بن گئیں۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

قربانی اور ہماری معیشت

قربانی صرف عبادت اور ثواب ہی نہیں بلکہ یہ ہماری معیشت و معاش کا سامان بھی ہے یہاں ضروری ہے کہ لفظ معاش یا معیشت پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال لی جائے۔ معاش یا معیشت کے معنی روزی‘ گزران یا سامان زیست ہے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے۔

"نحن قسمنا بینھم معیشتھم " ہم نے ان میں انکا سامان زیست تقسیم کیا۔)

دوسری جگہ فرمایا :

وجعلنا النھار معا شا ۔ (اور ہم نے دن کو وسائل روزی کیلئے بنایا)

لفظ اقتصاد بھی عموماً معیشت یا معاش کیلئے استعمال کیا جاتا ہے رہی معاشی خوشحالی تو اسکا مفہوم قرآن مجید کے اس مختصر جملہ "عیشۃ الراضیۃ "میں مضمر ہے۔ جسکا مفہوم یہ ہے کہ طہارت و تقوی اور قدسی اصولوں کے تحت زندگی بسر کرنے والوں کی گزران پسندیدہ اور عمدہ ہوگی بلاشبہ اگرچہ یہ جملہ آخرت کی زندگی کیلئے ہے مگر اسے دنیاوی معاشی خوشحالی پر بھی منطبق کیا جاسکتا ہے مگر وہ معاشی خوشحالی جو اسلامی روح میں رچی بسی ہو اور اس سے سکون و سکینہ کے زمزمے پھوٹتے ہوں تاریخ میں اسکی مثال دور خلافت اسلامیہ ہے البتہ مغربی ادوار میں حقیقی معاشی خوشحالی کی مثال نہیں ملے گی۔ بلکہ مغربی فکر بھی حقیقی معاشی خوشحالی کا صحیح مفہوم پیش کرنے سے قاصر رہی ہے مغرب کے مفکر ناخداؤں کے خزانہ میں معاشی خوشحالی کی سب سے عمدہ مثال یا تعریف مجھے یہ ملی ہے۔

"صنعتی ترقی اس معاشرے کی خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے۔ جسکی زرعی بنیادیں مستحکم ہوں

بنیادی اور گھریلو گرفت مضبوط ہو اور جسمیں روحانی قوت بھی پائی جاتی ہو اسکے باوجود ایک خاص مرحلے سے آگے بڑھکر خوشحالی کی روماند پڑ جاتی ہے افراد کے فطری تعلقات میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور معیار زندگی بڑھنے کی بجائے گھٹنے لگتا ہے۔

(۸) یہ بات مغربی مادی معاشرے کی معاشی خوشحالی کا صحیح پر تو ہے مگر اسلامی معاشرے کی معاشی خوشحالی کی اصل روحانیت ہے یہ قرآن وحدیث کے احکام سے پروان چڑھی ہے۔ اسکا مزاج روحانی اور ترتیب مادی ہے یہ روحانیت و مادیت کا حسین امتزاج ہوتی ہے یہ عادلانہ وصف سے مالا مال ہوتی ہے لہذا اس میں خوشحالی کی روماند پڑتی ہے نہ تعلقات میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور معیار زندگی گھٹنے کی بجائے بڑھتا ہے ہمیں اسلامی تہذیب کی بنیادی عناصر کی مظہر اس حدیث کو پرکھنا ہوگا۔

(بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدًا عبده و رسوله واقام الصلوة وايتاء الزكوة والحج وصوم رمضان ء متفق عليه)

اس حدیث کے مطابق پہلا رکن اسلام کلمہ شہادت ہے جو اس حقیقت کا مظہر ہے کہ مادی و روحانی خوشحالیوں کے خزانے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور انکے تقسیم کنندہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود ہیں آپ کا فرمان ہے۔

"انما انا قاسم و خازن والله تعطى "

میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور سنبھال کر رکھنے والا ہوں جبکہ دینے والے اللہ ہیں۔ اسلام کا دوسرا رکن نماز' اللہ سے مانگنے کا دینی طریق' جسکے بعد حکم یہ ہے کہ :

وابتغوا من فضل الله -

اور اللہ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔ تیسرا رکن زکوۃ ہے جو کہ ایک مضبوط نظام معیشت ہے چوتھا رکن حج کا سفر وسیلہ ظفر ہے جسکا جزو لازم قربانی ہمارا عنوان ہے اور پانچواں رکن روزہ افلاس و امیری کا امتیاز ہے جسکا جزو لازم فطرانہ غریبوں کی عید کا ہے الغرض اسلام کی بنیادوں میں رضائے الہی اور تقوی کی روح رچائی بسائی گئی ہے مگر اسکا ظاہری فائدہ اللہ کی مخلوق کو پہنچانا مقصود ہے چنانچہ قربانی کے متعلق اللہ کا قرآن کہتا ہے۔

"لن ينال الله لحومها ولا وماء ها ولكن يناله التقوى منكم "(حج : ۳۷)

(اللہ تعالیٰ کو ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ خون۔ البتہ تمہاری طرف سے تقوی اسکے حضور پہنچتا ہے۔)

دوسرے مقام پر صاف ارشاد ہے۔

لكم فيها منا فع الى اجل مسمى ثم محلها الى البيت العتيق (حج ۳۳)

(تمہارے لیئے چوپاؤں میں ایک مقررہ وقت تک فوائد ہیں پھر انہیں قدیم گھر تک پہنچادو)

اس آیت کے تحت مفتی محمد شفیعؒ رقم طراز ہیں :

"یعنی جانوروں سے دودھ' سواری یابار برداری ہر قسم کے منافع حاصل کرنا تمہارے لیئے اس وقت حلال ہیں جب تک ان کو حرم مکہ میں ذبح کیلئے نامزد ہدی کر کے نہ بتالیا گیا ہو۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جسے حج یا عمرہ کرنے والے اپنے ساتھ لائیں کہ اسکو حرم میں ذبح کیا جائے گا جب جانور کو ہدی بنا کر حرم کیلئے نامزد کر دیا تو پھر اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا بغیر مجبوری کے جائز نہیں جیسے اونٹ کو ہدی بنا کر ساتھ لیا۔ اور خود پیدل چل رہا ہے سواری کیلئے کوئی دوسرا جانور نہیں اور پیدل چلنا اسکے لئے مشکل ہو جائے تو مجبوری اور ضرورت کی بنا پر اس وقت سواری کرنا اس پر جائز ہے۔ (معارف القرآن) اس تشریح سے قربانی کے جانور کی اہمیت بھی واضح ہو گئی اور ساتھ ہی معاش کی اہمیت بھی ظاہر ہو گئی۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"والبدن جعلنها لکم من شعائر الله لکم فیها خیر فاذکروا سم الله علیها صواف فاذا وجبت جنوبها فکلوا منها" (حج ۳۶)

(قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے پس ان کو کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو تو جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو اس سے کھاؤ)

یہاں اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانوروں کو شعائر اللہ قرار دیا ہے اور شعائر وہ نشانیاں ہوتی ہیں جو کسی تہذیب و تمدن کی علامات کے طور پر نمایاں ہوتی ہیں اور شعائر اسلام سے مراد وہ مخصوص اموریا احکام ہیں جو مسلمان تہذیب و تمدن کی نشاندہی کرتے ہیں سورۃ حج کی اس آیت میں لفظ بدن بھی اہمیت کا حامل ہے جسکا واحد بدنہ ہے۔ اسکا معنی موٹا تازہ ہونا ہے۔ امام اعظمؒ اس سے مراد گائے یا اونٹ لیتے ہیں جبکہ امام شافعیؒ صرف اونٹ مراد لیتے ہیں تاہم اس آیت میں بدن سے مراد موٹے تازے اونٹ ہی ہیں لفظ صواف کے معانی صف بستہ اور مراد وہ اونٹ ہے جسکا دایاں ہاتھ باندھ دیا جائے۔ اور وہ دونوں اپنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کے سہارے کھڑا ہو اسطرح اونٹ کو کھڑا کر کے اسکے حلقوم میں تیز دھار نیزہ اس زور سے مارا جائے کہ اس سے خون کا فوارہ بہہ نکلتا ہے اور ذبح کرتے وقت " اللہ اکبر" کہا جاتا ہے بعض احادیث میں بسم اللہ' اللہ اکبر' منک پڑھنا منقول ہے بعض احادیث میں دیگر الفاظ بھی آئے ہیں الغرض حضور ﷺ سے قربانی کے اونٹ ذبح کرنے کا یہی طریقہ منقول ہے۔

قرآن مجید قربانی کو نہ صرف معاش کیلئے مصرف میں لانے کا حکم دیتا ہے بلکہ رب العزت نے ایسا عادلانہ طریق تقسیم بھی تفویض فرمادیا جسکے تحت معاشرے کا ہر فرد خوشی و مسرت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر" (حج ۳۶:)

اور اس سے کھاؤ اور نعین کو کھلاؤ اور سوال کرنے والوں کو (بھی) گویا گوشت کے تین حصے کیے جاویں لہذا فکلوا منہا سے مراد پہلا حصہ ہے جو قربانی کرنے والے کے اہل و عیال کیلئے ہو گا۔ اطعموا القانع میں قانع کا مطلب ہے۔

"الجالس فی بیته المتعفف یقنع بما تعطی ولا یسئل"

یعنی وہ شخص فاقہ مست جو گھر میں بیٹھا رہے اور جو کچھ اسکو مل جائے اسی پر قناعت کرے اور کسی کے آگے دست سوال درازنہ کرے مثلاً سفید پوش ھمسائے' احباء اقرباء اس دوسرے حصہ کیلئے مستحق ٹھہرے اور تیسرا حصہ معترین کیلئے ہے معتر وہ حاجت مند ہوتا ہے جو خود ایسے مواقع پر جائے جہاں اسے کچھ ملنے کی امید ہو خواہ زبان سے سوال کرے یا نہ کرے (تفسیر مظہری بحوالہ معارف القرآن) اس عادلانہ تقسیم سے گھرانے کے افراد دیگر معزز افراد فقراء و مساکین سب تک قربانی کا گوشت پہنچ جاتا ہے یوں معاشرے کا ہر فرد ہر طبقہ عید سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔

قربانی کے گوشت کے علاوہ جانوروں کی کھالیں اون اور ریشم بھی استعمال میں لائی جاتی ہے جانور سے اس فادیت کا تذکرہ قرآن حکیم نے انتہائی خوبصورت پیرائے میں کیا ہے

"والله جعل لکم من بیوتکم سکنا وجعل لکم من جلودالانعام بیوتا تستخفونها یوم ظعنکم و یوم اقامتکم و من اصوا فها اوبار ها واشعا ر ها اثاثا و متا عًا الی حین"(النحل ۸۰)

"اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ بنا کر دیے اس نے بنا کر دیے چوپاؤں کی کھالوں سے ڈیرے جو تم پر ہلکے رہتے ہیں جس دفعہ میں تم سفر میں جاتے ہو یا جب گھر میں ہوتے ہو اور بھیڑوں کی اون اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب اور استعمال کی چیزیں ایک وقت معینہ تک۔

ظاہر ہے اگر اس طرح کا افادہ قربانی کے جانوروں سے حاصل کیا جائے تو ملکی و ملی ترقی میں اضافہ ہو۔ اب دیکھتے ہیں کہ قربانی کے جانوروں کا معیار کیا ہونا چاہیے۔

قربانی کیلئے جانوروں کا معیار

پہلے عرض کیا گیا ہے کہ قرآن مجید نے قربانیوں کو شعائر اللہ قرار دیا ہے اور شعائر اللہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب"(حج ۳۲)۔

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ شعائر اللہ کا احترام کرے تو یہ بات دلوں کے تقوی سے ہے مزید دوسرے مقام پر ارشاد ہے۔

ومن یعظم حرمت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ (حج ۳۰)
(اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کی طرف سے خود اس کیلئے بہتر ہے)

قرآن حکیم کی اس تصریح کو عملاً کمال خود حضور اکرم ﷺ نے بخشا۔ خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

"من وجدسعة فلم یضح فلا یقربن مصلانا"
(جو شخص قربانی کی طاقت رکھتا ہو پھر قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا۔

"ماعمل ابن آدمؑ یوم النحر عملًا احب الی اللہ من هراقة دم وانه لیا تی یوم القیامةبقرونها واظلا فهاو اشعار ها و ان الدم لیقع من اللہ عز وجل بمکان قبل ان یقع علی الا رض فطیبوا بها نفسًا" (۱۰)

قربانی کے روز اللہ تعالیٰ کو خون بہانے سے زیادہ بندے کا کوئی عمل پسند نہیں اور وہ (قربان ہونے والا جانور) قیامت کے روز اپنے سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور خون (قربان ہونے والے جانور کا) زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے ہاں ایک بلند درجہ مقام حاصل کر لیتا ہے۔ تو تمہیں اپنی قربانی سے مسرور ہونا چاہیے۔

پھر تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے جس معیار اور کمال خلوص سے قربانیاں دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں

حجۃالوداع کے موقعہ پر حضور اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ۶۳ اونٹ ذبح فرماتے ہیں اور ۳۷ اونٹ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ذبح کرتے ہیں ان میں ابو جہل کا وہ معروف اونٹ بھی تھا جس کے کان میں سونے کا حلقہ پڑا ہوا تھا۔ یہ قربانی منی کے مقام پر دی جاتی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے قربان گاہ چلا آ رہا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ ایک اصیل اونٹنی قربان کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں جسکی قیمت تین ہزار درہم تھی۔ پھر ارادہ کرتے ہیں کہ اسے بیچ کر تین ہزار سے دیگر جانوروں کو خرید کر قربانی کیا جائے۔ پیغمبر اسلام سے یہ ارادہ ظاہر کرتے ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہی اونٹنی قربانی کردو۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ تو قربانی کے اونٹوں پر قیمتی مصری جھول ڈال کر قربان گاہ کی طرف لے جایا کرتے تھے پھر قربانی کرتے اور گوشت کپڑے وغیرہ سب کچھ تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ مزید حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:

"کان النبی ﷺ یضحی بکبشین وانا اضحی بکبشین"

(حضرت محمد ﷺ دو دو دنبے قربانی کیا کرتے تھے اور میں بھی دو دو دنبے قربان کیا کرتا تھا)
حضرت ابوامامہ بن سہل کا بیان ہے۔
كنا نسمن الا ضحية لمدينة وكان المسلمون يسمنون (۱۲)
ہم لوگ قربانی کے جانور مدینہ میں موٹا کیا کرتے تھے اور سارے مسلمان قربانی کے جانوروں کو موٹا کیا کرتے تھے۔ قربانی کے جانوروں کا معیار یہی ہونا چاہیے جیسا کہ ابھی اسوہ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے واضح کیا گیا ہے۔ قربانی کیلئے کونسا جانور کن کن صفات کا حامل ہونا چاہیے اسکی تفصیل بحث کتب فقہ میں ملے گی البتہ یہ بات ہمارے موضوع سے متعلق ہے کہ آیا قربانی کے جانور کا گوشت زیادہ عرصہ تک محفوظ کیا جا سکتا ہے یا نہیں اس ضمن میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ
"قالت لضحية كنا نملح منه فنقدم به الى النبى ﷺ بالمدينة فقال لا تاكلو ا الا ثلاثة ايام و ليست بعظمة ولكن اراد ان يطعم منه والله اعلم "(۱۳)
(حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ قربانی کے گوشت کو نمک لگا کر رکھتے تھے پھر اس میں سے کچھ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لاتے تو ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا کہ گوشت تین دن ہی رکھا کرو۔ لیکن یہ تاکیدی حکم نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ہم اس میں سے لوگوں کو بھی کھلائیں اور اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے)

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے تین دن سے زاید محفوظ کرنے کیلئے بھی اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا
"من ضح منكم فلا يصبحن بعد ثالثة و فى بية منه شئى فلما كان العام المقبل قالو يا رسول الله ﷺ نفعل كمافعلناعام الماضى قال كلواوا طعمو اواد خروا فان ذالک العام كان بالناس جهد فاردت ان تعينو ا فيها "(۱۴)
تم میں سے جو قربانی کرے وہ تیسرے دن کے بعد صبح نہ کرے مگر اس حال میں کہ اسکے گھر میں اس گوشت میں سے کچھ موجود نہ ہو جب دوسرا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم لوگ ویسا ہی نہ کریں جیسا کہ گزشتہ سال کیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ اور جمع کرو۔ چونکہ اس سال لوگ بھوک کی شدت میں مبتلا تھے۔ لہذا میں نے ارادہ کیا کہ تم لوگ اس میں ان کی مدد کرو۔

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ حج کے موقع پر اپنا معمول اس طرح بیان فرماتے ہیں۔
"كنا نتزو د لحوم الاضاحى على عهد النبى ﷺ الى المد ينة و قال غير مرة لحوم الهدى"(۱۵)